شہانہ اخلاق

محلّہ بازید پورہ، کوپا گنج ضلع مئو (یوپی)

حامد کو آج اپنی ماں بہت یاد آ رہی تھی۔ حامد نہایت ہی سلجھا ہوا اور ذہین لڑکا تھا۔ وہ شہر کے قریب ہی ایک چھوٹے سے گاؤں میں اپنی ماں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کے بابا کا انتقال ہو چکا تھا۔ ماں حامد سے بہت پیار کرتی تھی۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ ماں کی بھی طبیعت خراب رہتی تھی۔ ایک دن اچانک ماں کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور وہ حامد کو اکیلا چھوڑ کر اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے چلی گئی۔

شہر میں حامد کے چچا اور چچی رہتے تھے۔ وہ حامد کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔ چچی ایک بد خلق عورت تھی۔ چچی کو حامد کا ان کے گھر آنا بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ خیالوں مں ڈوبا بیٹھا تھا۔ تبھی چچی کی کڑک دار آواز سنائی دی۔ ’اے حامد کہاں مر گیا۔ برتن کیا تیرا باپ آ کر دھوئے گا‘ حامد نے جلدی جلدی جھوٹے برتن اُٹھائے اور نل کے نیچے لے جا کر دھونے لگا۔ حامد بے چارہ گھر کے سبھی کام کرتا تھا۔ چچی کی بھی سیوا کرتا۔ رات اسے جلدی ہی نیند آنے لگتی مگر بے چارے کو آرام کہاں۔ جب تک کام نہ کرے اسے چھٹی نہیں ملتی۔ کام ختم ہونے تک اسے کچھ ہوش ہی نہیں رہتا۔ کبھی کھانا کھاتا اور کبھی بنا کھائے ہی سو جاتا۔

پھر صبح وہی دن بھر کے کام چچی کی گالیاں سننا اور اُف تک نہ کرنا۔ یہ حامد کی زندگی تھی۔ حامد کو اپنی ماں بہت یاد آتی تھی۔ وہ گاؤں میں اپنی ماں کے ساتھ بہت خوش رہتا تھا۔ ماں اسے پیار سے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتی تھی۔ وہ اس کا بہت خیال رکھتی تھی۔ حامد یہ سب سوچتے ہوئے چائے کی ٹرے لیے ہوئے آ رہا تھا۔ تبھی چچی بھیانک چہرے کے ساتھ دکھائی دی۔ ’ارے او کمبخت کہاں ہے تو‘ ڈر کے مارے حامد کے ہاتھ کپکپائے ٹرے ہاتھ سے چھوٹ کر گری اور گلاس ٹوٹ گئے اور چچی کا غصّے سے برا حال ہو گیا۔ چچی کا ہاتھ اُٹھا اور زوردار تھپڑ حامد کا گال سرخ کر گیا۔ چچی نے ڈنڈا اُٹھایا اور حامد کی خوب پٹائی کی۔ حامد کا نازک بدن اس مار کو سہہ نہیں پا رہا تھا۔ حامد چیخ و چلّا رہا تھا، مگر اس ظالم چچی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی حامد کے چچا باہر سے آئے اور انھوں نے اس ظالم چچی سے حامد کی جان چھڑائی۔

اب تو یہ روز کا معمول بن گیا، چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر بھی حامد کی پٹائی ہوتی۔ آج بھی چچی نے حامد

کی پٹائی کی۔ آج حامد کو ماں بہت زیادہ یاد آرہی تھی۔ اس نے اپنی ماں سے شکایت کی۔ اماں آپ مجھے ان ظالموں کی دنیا میں چھوڑ کر کیوں چلی گئیں۔ اماں مجھے بھی اپنے پاس بلا لو نا۔ روتے روتے پتہ نہیں کب حامد سو گیا۔

روز کی طرح حامد نے آج بھی سارے کام کیے۔ لیکن آج اس کا من بہت اُداس تھا۔ اب وہ اس گھر میں نہیں رہنا چاہتا تھا۔ رات کو جب سب لوگ سو گئے تو حامد چپکے سے اُٹھا اس گھر کی طرف ایک الوداعی نظر ڈالی اور گاؤں کی طرف چل دیا۔ حامد دوڑتا ہوا اندھیری رات میں قبرستان کی طرف گیا۔ اپنی ماں کی قبر پر پہنچ کر وہ زور زور سے رونے لگا۔ وہ اپنی زخمی روح کو سکون دینے کے لیے ماں کی قبر سے لپٹ گیا۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ ماں کی گود میں ہو اور ماں اسے سلانے کے لیے پیاری لوری سنا رہی ہو۔ اس پر آہستہ آہستہ نیند کا غلبہ ہونے لگا اور آخری بار اس کے منہ سے نکلا ''ماں'' اور وہ سو گیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

موت نے چپکے سے جانے کیا کہا
زندگی خاموش ہو کر رہ گئی

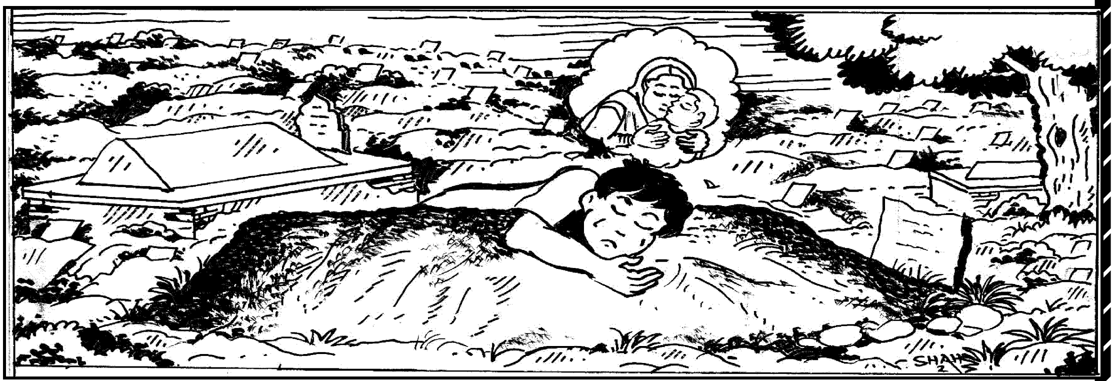

ادھر صبح جب چچی نے حامد کو نہ دیکھا تو انھیں طیش آ گیا۔ حامد کے چچا نے پوچھا تو وہ چیختے ہوئے بولیں۔ 'نامراد حامد جانے کہاں چلا گیا۔' چچا نے اِدھر اُدھر اسے تلاش کیا، باہر لوگوں سے پوچھا۔ کسی نے انھیں بتایا کہ آج قبرستان میں ایک بچہ ایک قبر کے پاس مردہ حالت میں ملا ہے۔ چچا کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ دوڑتے ہوئے قبرستان گئے، وہاں حامد کو مردہ حالت میں پایا..... وہ بے تماشہ رونے لگے۔ لوگوں نے کسی طرح انھیں دلاسہ دیا۔ حامد کی تدفین ہوئی.... حامد کی چچی بہت پریشان تھیں کہ اب گھر کا کام کون کرے گا.... حامد کے چچا نے ایک روز جو ان کی خبر لی اور انھیں سخت سست کہا.....اور سمجھایا بھی..... تب ان کی ہوش ٹھکانے آئے.....اور پھر وہ آرام سے رہنے لگے۔

پیارے بچو! جن بچوں کی ماں نہیں ہوتی، ان کے لیے یہ دنیا کسی ویرانے سے کم نہیں۔ ماں کی قیمت صرف وہی بچہ بتا سکتا ہے، جس کی ماں نہیں۔ اس لیے پیارے بچو! اپنے ماں باپ کی خدمت کرو اور انھیں کسی بھی طرح کی تکلیف مت پہنچاؤ۔ ○○